معیار: علمی و تحقیقی مجلّہ، شعبۂ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، جلد:۲، شمارہ:۱ جنوری-جون ۲۰۱۰ء

محمد حسین آزاد اور لائٹنر کے علمی روابط

محمد اکرام چغتائی*

انیسویں صدی عیسوی کے بالکل اوائل ہی میں انگریز سلطنتِ مغلیہ کے مرکز شہر دہلی پر قابض ہو گئے اور چند ہی برسوں میں انھوں نے مضبوطی سے زمامِ انتظام و انصرام سنبھال لی، البتہ شعبۂ تعلیم کی اہمیت کو جانتے ہوئے بھی وہ فی الفور اسے اپنے دائرۂ اثر میں لانے سے اجتناب کرتے رہے۔ بالآخر انھوں نے یہی فیصلہ کیا کہ مفتوحین کے تعلیمی اداروں کو قائم رکھا جائے، مقامی مدرسین کے علم اور تجربے سے استفادہ کیا جائے، ہندوستانیوں کے علوم و فنون کی ترویج کے لیے مثبت اقدام کیے جائیں، لیکن یہ سب کچھ فاتحین یعنی انگریزوں کے مقرر کردہ سربراہ کی نگرانی میں ہونا چاہیے۔ یوں اس صدی کے تعلیم و تدریس سے وابستہ تقریباً سبھی ادارے اسی پالیسی کے تحت چلتے رہے اور ان کے حکومتی سربراہوں اور اساتذہ میں نہ صرف مدرسانہ بلکہ عالمانہ تعاون کی عمدہ مثالیں قائم ہوئیں۔ بیچ میں علوم مغربیہ اور مشرقیہ کے حامیوں (Anglicists and Orientalists) کے تلخ مباحث نے کچھ رخنہ اندازی ضرور کی[1] لیکن مجموعی طور پر صورتِ حال معمول پر رہی اور یہ تعلقات خوش اسلوبی کے ساتھ فروغ پاتے رہے۔

دہلی کالج کے قیام (۱۸۲۵ء) سے ایک سال قبل (۱۷ جنوری ۱۸۲۴ء) دہلی کی لوکل ایجنسی کے سیکرٹری جان ہنری ٹیلر نے اپنے گشتی مراسلے میں شاہ ولی اللہ کے فرزند شاہ عبدالعزیز کا بطور صدر مدرس نام تجویز کیا،[2] لیکن اُسی سال ان کے انتقال کے سبب یہ ممکن نہ ہو سکا تو ان کے شاگرد مولانا محمد رشید الدین خاں دہلوی (م-۱۸۲۷ء) کو اس عہدے پر فائز کر دیا گیا۔ ٹیلر ہی اس کا سیکرٹری اور سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوا۔ وہ عربی فارسی سے ناواقف تھا، پھر بھی دہلی کالج کے علماء سے اس کے تعلقات انتہائی دوستانہ اور خوشگوار رہے۔ جب ۱۸۴۱ء میں صوبجات شمال مغربی کی حکومت کے سیکرٹری جیمز تھامسن کی اصلاحات کے نتیجے میں دہلی کالج میں سیکرٹری کے بجائے پرنسپل کی تقرری کا فیصلہ ہوا تو اس نے عہدے کے لیے بنگال کے ڈپٹی کلکٹر اور کلاسیکی زبانوں کے فرانسیسی اسکالر فیلکس بوترو (Felix Boutros، ۱۸۰۶ء-۱۸۶۴ء) کو منتخب کیا اور وہ یہاں چار سال (۱۸۴۱ء-۱۸۴۵ء) تک کام کرتا رہا[3]۔ اس دوران میں اس کے مدرسِ شعبۂ فارسی امام بخش صہبائی دہلوی (۱۸۰۶ء-۱۸۵۷ء) سے انتہائی قریبی دوستانہ تعلقات رہے۔ اُس کے بعد ڈاکٹر اشپرینگر (۱۸۱۳ء-۱۸۹۳ء) کا دور شروع ہوا۔ چونکہ وہ اسلامی تاریخ اور عربی زبان و ادبیات کا شائق تھا، اس لیے صدر مدرس مولانا مملوک العلی نانوتوی (۱۷۸۷ء-۱۸۵۱ء) اور مولوی کریم الدین پانی پتی (۱۸۲۱ء-۱۸۷۹ء) اس کے قریب ترین رفقائے کار کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ تاریخ مسعودی، تاریخ یمینی، تذکرہ طبقات شعرائے ہند، تذکرہ فرایدالدہر وغیرہ ان سب کی مشترکہ کاوشوں ہی کا ثمر ہے۔[4] اشپرینگر کے لکھنؤ جانے کے بعد ٹیلر سے دیرینہ تعلقات کے باعث محمد

* ۱۴۹۔اے گلشن راوی، لاہور۔

حسین آزادؔ کے والد مولوی محمد باقر کا اثر ورسوخ بڑھ گیا۔ اُن کے اشتراک سے کوئی بڑا علمی کام تو سامنے نہیں آیا، لیکن تعجب ہے کہ یہی دوستانہ مراسم مولانا موصوف کو تختۂ دار تک لے گئے۔ چند برس بعد جب ۱۸۵۷ء کی ہنگامہ خیز فضا میں سکون کے آثار پیدا ہوئے تو ان کے فرزند محمد حسین آزاد اور ڈاکٹر جی، ڈبلیو، لائٹنر کے مابین مستحکم علمی روابط قائم ہوگئے اور معمولی اتار چڑھاؤ کے باوجود یہ برسوں قائم رہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

لائٹنر (Gottlieb Wilhelm Leitner) الملقب بہ مولوی عبدالرشید آفندی) ہنگری کے دارالحکومت Pesth میں ۱۴؍اکتوبر ۱۸۴۰ء کو پیدا ہوا۔ کہا یہی جاتا ہے کہ وہ یہودی النسل گھرانے سے تعلق رکھتا تھا، جو برسوں پہلے جرمنی سے ہجرت کرکے یہاں آن بسا تھا۔ اس کا باپ Johann Moritz Leitner شعبہ طب سے تعلق رکھتا تھا۔ ۱۸۴۹ء میں ہنگری میں سیاسی بے اطمینانی اور افراتفری کی لہر چل پڑی جس نے لوگوں کا سکون برباد کردیا۔ لائٹنر کے والدین بھی ملک کو خیرباد کہہ کر ترکی میں سکونت پذیر ہوگئے اور اس کے باپ نے استانبول میں بطور معالج کام شروع کردیا۔ یوں لائٹنر کی ابتدائی تعلیم یہیں مکمل ہوئی۔ ترکی اور عربی زبانوں میں اسے جو مہارت حاصل ہوئی، وہ یہاں کے مدرسوں کی دین تھی۔ انھی دنوں اس نے قرآن حکیم کا بیشتر حصہ بھی حفظ کرلیا تھا۔

پندرہ سال کی عمر میں یعنی ۱۸۵۵ء میں وہ ''درجہ اول کا ترجمان'' کے امتحان میں کامیاب ہوکر جنگ کریمیا میں کام کرتا رہا۔ ۱۸۵۸ء میں وہ انگلستان پہنچا، وہاں برطانوی شہریت حاصل کی اور کنگز کالج سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ازاں بعد وہ اسی کالج میں عربی، ترکی اور جدید یونانی کا استاد رہا اور تین سال اسی کالج میں اس کا تقرر بطور پروفیسر ہوا۔ ۱۸۶۲ء میں اس نے جرمنی کی فرائی برگ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرلی۔

لائٹنر نے تقریباً ۲۳ برس ہندوستان میں گزارے (۱۸۶۴ء-۱۸۸۷ء)۔ اس دوران میں وہ خرابی صحت کا شکار رہا۔ بعض بین الاقوامی علمی اجتماعات میں بھی شریک ہوتا رہا (مثلاً مستشرقین کی بین الاقوامی کانفرنس، ویانا ۱۸۷۳ء)۔ اس کا انتقال بون میں ۱۸۹۹ء میں ہوا۔ ۵

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

محمد حسین آزاد کے نودریافت شدہ پنشن ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یکم جنوری ۱۸۶۴ء کو ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن، پنجاب کے ورنیکولر آفس میں ملازم ہوئے [۶]۔ انھیں یہ ملازمت جگراؤں ضلع لدھیانہ کے اپنے ہم مسلک مولوی رجب علی کی تگ و دو سے حاصل ہوئی، جو برسوں لفٹنٹ گورنر کے میر منشی کے فرائض ادا کرتے رہے۔ لائٹنر بھی اسی سال لاہور پہنچے اور نومبر میں نئے قائم کردہ گورنمنٹ کالج کے پرنسپل کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ آزاد اور لائٹنر کی ملاقات کب ہوئی، وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا، لیکن قرین قیاس یہی امر ہے کہ چند ماہ بعد جب ۲۱ جنوری ۱۸۶۵ء کو انجمن پنجاب کا سنگ بنیاد رکھا گیا تو وہیں وہ ایک دوسرے سے متعارف ہوئے ہوں گے۔ [۶-ا] لائٹنر اس انجمن کے بانی مبانی اور پہلے صدر تھے اور سالہا سال وہی اس کے روح رواں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقامی اخبارات انھیں انجمن کا ''چلتا پرزہ'' لکھا کرتے تھے۔ [۷] آزاد انجمن کے ابتدائی اجلاسوں میں شریک ہوتے رہے اور بسا اوقات اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا کرتے۔

لائٹنر کی زیرِ صدارت انجمن پنجاب، اس کے رسائل و اخبارات اور تمام بڑے شہروں میں قائم کردہ اس کی شاخوں نے علمی، تعلیمی، صنعتی اور ادبی اعتبار سے جو خدمات سرانجام دیں، وہ اس خطہ کی نشأۃِ ثانیہ کا محرک ثابت ہوئیں۔ یہاں اس انجمن کے حوالے سے صرف دو معروضات پیش خدمت ہیں:

(i) اس انجمن کے نام میں ''علوم مفیدہ'' (Useful Knowledge) اور اس کے اغراض و مقاصد میں ان علوم کی ترویج و ترقی پر

زور دیا گیا ہے۔ بظاہر علوم مفیدہ سے مغربی یا یورپی بالخصوص سائنس اور ٹیکنالوجی سے متعلق علوم وفنون شامل ہیں۔سب سے پہلے ''ان علوم مفیدہ'' کے پھیلاؤ کے لیے ۱۸۲۶ء میں لندن میں ایک سوسائٹی قائم کی گئی اور اس کے تحت متعدد کتابیں شائع ہوتی رہیں [۸]۔ دہلی کالج کے دوسرے پرنسپل ڈاکٹر اشپرینگر اپنے قیامِ لندن کے دوران میں اس سوسائٹی سے منسلک رہے اور اس کی بعض سوانحی کتب کے لیے مضامین بھی لکھا کرتے تھے، چنانچہ دہلی کالج کا سربراہ مقرر ہوتے ہی اس نے ۱۸۴۱ء میں قائم ہونے والی ورنیکولر ٹرانسلیشن سوسائٹی کو بھی لندن کی اسی سوسائٹی کے تتبع میں ''علوم مفیدہ'' کے پرچار کا ذریعہ بنا دیا۔ رفتہ رفتہ ''علوم مفیدہ'' کی یہ اصطلاح اتنی مقبول ہوئی کہ ۱۸۵۷ء کے فوراً بعد جو بھی سوسائٹی تشکیل دی گئی، اس کے نام میں اس کو ضرور شامل کیا گیا۔ انجمن پنجاب (۱۸۶۵ء) اور سرسید احمد خاں کی سائنٹفک سوسائٹی (غازی پور، ۱۸۶۲ء) اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔

(ii) اب تک انجمنِ پنجاب پر جو تنقیدی اور تحقیقی کتب ومقالات اشاعت پذیر ہوئے ہیں، ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔[۹] پھر بھی کہیں کہیں تشنگی کا احساس پایا جاتا ہے اور اس کی بڑی وجہ انجمن سے متعلقہ بنیادی مصادر کی کمیابی اور نایابی ہے۔ ان کمیوں اور کسی حد تک خامیوں کو دو امریکی اسکالروں نے دور کیا ہے، جنھیں اسی انجمن کو موضوعِ تحقیق بنانے پر ۱۹۷۶ء اور ۲۰۰۰ء میں یونیورسٹی آف کولمبیا اور لندن یونیورسٹی کی جانب سے ڈاکٹریٹ کی اعلیٰ اسناد دی گئیں۔[۱۰] ان کے ان تحقیقی مطالعات کی بناء برٹش لائبریری (لندن) میں محفوظ لاہور سے شائع ہونے والے وہ معاصر انگریزی جرائد واخبارات ہیں جن کا ایک شمارہ بھی ہمارے ہاں کے کتب خانوں میں دستیاب نہیں۔ مثلاً ''پنجاب ایجوکیشنل میگزین'' اور لائٹنر کا جاری کردہ اخبار ''انڈین پبلک اوپینئن'' جو ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' کا پیش خیمہ تھا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

یادِ ماضی کی تلخیوں بالخصوص غدر کے المناک واقعات اور والد کے عبرتناک انجام نے آزاد کو زندگی بھر خاصا مضطرب رکھا اور لاہور آنے کے بعد بھی انھیں یہ فکر دامنگیر رہی کہ کہیں یہ ''رازِ سربستہ'' افشا نہ ہو جائے کہ وہ اپنے والد کے اخبار ''دہلی اردو اخبار'' میں ''مجاہدینِ آزادی'' اور آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کی حمایت میں مضامین چھپواتے رہے، لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں نہ صرف ان کے سر سے خطرے کی یہ لٹکتی ہوئی تلوار سرک گئی، بلکہ انھیں بدیسی حکمرانوں کے امورِ خارجہ کی جانب سے انتہائی حساس نوعیت کے سیاسی فرائض بھی سونپے گئے۔ ابھی ان کی ملازمت کو ڈیڑھ سال ہی گزرا تھا کہ انھیں ایک خاص مشن کے تحت وسط ایشیا بھجوایا گیا، جس کے مقصد کا کوئی واضح دستاویزی ثبوت تو موجود نہیں، لیکن اس کے سیاسی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ آزاد ۲۷ مارچ ۱۸۶۶ء کو متعلقہ سرکاری محکمہ سے ہدایات لے کر وسط ایشیا کے سفر پر روانہ ہوئے۔ فرزندِ آزاد، محمد ابراہیم ابرو (۱۸۶۵ء۔ ۸ دسمبر ۱۹۲۰ء) کے ساتھ ایک ہی دفتر میں کام کرنے والے مولوی خلیل الرحمٰن (م۔ ۱۹۳۹ء) کا کہنا ہے کہ لائٹنر بھی ان کے ہمراہ تھے،[۱۱] لیکن اس کی رفاقت کا کوئی ٹھوس ثبوت فراہم نہیں کیا گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ لائٹنر، آزاد اور ان کے ساتھیوں کو الوداع کہنے افغانستان کی سرحد تک گئے، جبکہ ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق لائٹنر ''خاص خدمت کے انجام دینے کے واسطے مامور تھے اور کالج سے غیر حاضر تھے۔''[۱۲]

آزاد کے سوانح نگاروں نے ان کے اس سفر پر بہت خامہ فرسائی کی ہے، لیکن پنشن ریکارڈ ان کے صرف ایک رفیقِ سفر کا ذکر کرتا ہے اور وہ ہے پنڈت من پھول۔ آزاد کی طرح یہ پنڈت بھی دہلی کالج کے فارغ التحصیل تھے۔ وہ لفٹنٹ گورنر کے میر منشی اور سرکاری حلقوں میں اثر ورسوخ رکھتے تھے۔ آزاد کے ہمعصر سوانح نگار لالہ بالمکند گپت کا کہنا ہے کہ جب پنڈت من پھول کابل اور بدخشاں کو گئے تو آزاد کو بھی اپنے ساتھ لیتے گئے۔[۱۳] متعلقہ اقتباس یہ ہے:

"He [Azad] then accompanied the late Pandit Manphul, Mir Munshi to the Punjab Government to Central Asia wither the Pandit had been sent on special duty, but the records relating to the deputation are not now forthcoming and satisfactory accompanied Pandit evidence as to whether or not Maulavi[14] Muhammad Hussain Manphul in any authorized official capacity is wanting."

اس دستاویز میں آزاد کی علمی اور تعلیمی خدمات کا اعتراف کرنے کے بعد یہ صراحت بھی کی گئی ہے کہ:

"But besides these Muhammad Hussain has performed certain political services for the Government which entitle him to consideration. As already[15] stated, he accompanied the late Pandit Manphul to Central Asia in 1865."

پنجاب یونیوسٹی کے رجسٹرار اورل شٹائن (Sir Aurel Stein) اپنے مکتوب بنام ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن (بابت ۲۸ جنوری ۱۸۹۲ء) میں لکھتے ہیں:

"It is generally known that the Maulawi was sent with the late Diwan Manphul's mission to Yarkand by the Foreign Department but no trace of its record could be discovered. His son, Maulawi Ibrahim, who was informed of this fact, has endeavoured to obtain it from the[16] Civil Secretariat office, but up to this time he has not been able to furnish it."

درج بالا اقتباس میں آزاد کی سیاسی سرگرمیوں کا ذکر ہوا ہے، تو ان کا ایک اور رخ بھی ملاحظہ کیجئے، جس پر بہت کم اظہار خیال کیا گیا ہے:

"Within recent years he has rendered himself useful in giving information to the Special Branch of the Central Police Office of this Government in connection with[17] vernacular newspapers and other confidential work of a political character."

آزاد کے سفر وسط ایشیا کی روئداد بوقت ضرورت ان کے بیٹے کو تو نہ مل سکی، لیکن کئی دہائیوں کے بعد آغا محمد اشرف نبیرۂ آزاد کو سابقہ انڈیا آفس لائبریری کے نہاں خانوں سے متعلقہ فائل دستیاب ہوگئی اور اسے طبع بھی کرا دیا گیا،[18] لیکن بعض ناقدین اس کو مستند نہیں مانتے۔[19] بہر حال یہ طے ہے کہ آزاد کے اس وسط ایشیائی سفر میں لائٹنر ساتھ نہیں گئے تھے۔ پنڈت من پھول، ان کے رفیق سفر تھے، لیکن بعض شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جلدی واپس آ گئے۔ آزاد کے عالم وارفتگی کے تحریر کردہ ایک رسالے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس سفر میں مالی مشکلات کا شکار ہوئے تو پنڈت من پھول نے ایک خاص مخبر نرائن داس کے ذریعے تین سو روپے کی رقم بھجوائی۔

تقریباً آٹھ ماہ وسط ایشیا میں سرکار کی جانب سے تفویض کردہ ذمہ داریاں نپٹا کر آزاد ۲۷ مارچ ۱۸۶۶ء کو کامیاب و کامران لاہور واپس پہنچے اور آتے ہی انھیں یونیورسٹی میں عربی اور ریاضی کے استاد اور اس کے اگلے برس انجمن پنجاب کا سیکرٹری مقرر کر دیا گیا۔ آزاد صدر

انجمن یعنی لائٹنر کی ماتحتی میں اپنے فرائض کی بجا آوری میں مصروف تھے۔ اسی دور میں آزاد اور لائٹنر کے مابین قریبی تعلقات استوار ہوئے۔ پاکستانی زبانوں کے جرمن ماہر ارنسٹ ٹرمپ (Ernst Trumpp، م۔۱۸۸۴ء) مطلع کرتے ہیں کہ لائٹنر نے گلگت وغیرہ کوہستان شمالی کا پہلا سفر اسی سال یعنی ۱۸۶۶ء کے تین مہینوں (اگست تا اکتوبر) میں مکمل کیا[۲۰] اور ایک خاندانی روایت کے مطابق اس سفر میں آزاد ان کے ساتھ تھے۔[۲۱] دو سال بعد لائٹنر یورپ سدھارے اور ایک سال بعد واپس آئے۔ ان دونوں مواقع پر آزاد نے ان کی خدمت میں الوداعی اور استقبالی سپاسنامے پیش کیے[۲۲]۔ ان میں انھیں "محسن و مربی، شفیق خاص و عام، افلاطون پنجاب، خیر خواہ و مصلحت جوئے ملک پنجاب، مشفق مہربان" اور انجمن میں پڑھے جانے والے مضامین میں "ارسطوئے سکندر منزل و افلاطون رستم دل، ارسطو فطرت، حکیم دانشور" جیسے توصیفی القابات سے یاد کیا ہے۔ نیز "ہندوستان کی موئی مٹی میں ترقی اور نشوونما کا خمیر" ڈالنے پر ان کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

انجمن کے سیکرٹری کی حیثیت سے آزاد کو ہر طرح کے انتظامی اور مالی فرائض سے عہدہ برآ ہونا پڑتا تھا،[۲۳] لیکن اس کے باوجود وہ گاہے گاہے اپنے لیکچرز کے ذریعے عامۃ الناس کو "علوم مفیدہ" کی اہمیت جتاتے اور تعلیمی، علمی اور ادبی رویوں کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے پر زور دیتے رہے۔ اس ضمن میں اُن کے مضامین بعنوان "تشویق و تحریص تعلیم و علوم" (مارچ ۱۸۶۷ء) "در باب اصلیت زبانِ اردو کی" (۲۰ جنوری ۱۸۶۷ء) اور "ترویج کتب ترجمہ علوم انگریزی" (۲۶ اکتوبر ۱۸۶۷ء) لائق توجہ ہیں۔ بغور دیکھا جائے تو یہ مضامین سرکاری پالیسی اور لائٹنر کے مخصوص تصورات برائے "احیائے علوم قدیمہ مشرقی" اور "عام ترقی علمی بوسیلہ زبان ہائے دیسی" کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ۲۲ جون ۱۸۶۸ء کو آزاد انجمن پنجاب کے سیکرٹری کے عہدہ سے سبکدوش ہو گئے، لیکن اس ادارے سے ان کا تعلق منقطع نہیں ہوا اور وہ اس کے اجلاسوں میں باقاعدگی سے شریک ہوتے رہے۔

☆　☆　☆　☆　☆

آزاد اور لائٹنر کے شخصی، علمی اور محکمانہ تعلقات کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ لکھنے لکھانے میں بھی ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ آزاد کی مقبول ترین کتاب "نیرنگ خیال" کے متعلق تو برملا یہ رائے دی جاتی ہے کہ اس کا تمثیلی اندازِ بیان لائٹنر کے مشوروں کا مرہونِ منّت ہے۔ سر عبدالقادر لکھتے ہیں: "میں نے بعض لوگوں کی زبانی سنا ہے اور غالباً اس میں کچھ نہ کچھ حقیقت بھی ہے کہ مصنف کو اس کتاب کا ڈھانچ ڈاکٹر لائٹنر سے ہاتھ آیا جو بذات خود یونانی اور انگریزی ادبیات کا عالم تھا، اس لیے آزاد کو اپنے خزانۂ معلومات سے معتد بہ طور پر بہرہ مند کیا اور مولانا مرحوم نے اسی مواد کی بنا پر "نیرنگ خیال" کی عمارت تعمیر کی۔"[۲۵] اس اقتباس میں رائے دہندہ تذبذب کا شکار ہے۔ بہر حال ایک ایسی کتاب ضرور ہے، جو آزاد اور لائٹنر دونوں کی مشترکہ کاوشوں کا نتیجہ ہے اور وہ ہے "سنین اسلام"۔ (حصہ اول)۔ "پنجاب گزٹ" (۱۲ اپریل ۱۸۷۷ء) میں تصنیفات لائٹنر کے اشتہار کے مطابق ان کی اردو کتابوں کی تعداد دس ہے، جن میں یہ کتاب بھی شامل ہے۔ یورپ کے "علوم مفیدہ" کو اردو میں منتقل کرنے کے بارے میں لائٹنر نے اس کتاب (۱۸۷۱ء) کے انگریزی دیباچے میں مدلل اور پُر زور انداز سے اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے کہ وہ لفظی ترجمہ کے بجائے adaptation کے قائل ہیں۔ اسی پیش لفظ میں وہ لکھتا ہے کہ جولائی ۱۸۷۰ء میں طلبائے عربی کا امتحان لیا تو پتہ چلا کہ وہ صرف و نحو میں طاق ہیں، لیکن عربوں کی تاریخ اور ادب سے نابلد ہیں۔ انھی "مولویوں" کے استفادے کے لیے انھوں نے اس کتاب کا مُبیّضہ تیار کر کے آزاد کے حوالے کیا تاکہ وہ اپنے منفرد اسلوبِ نگارش سے اس کے مندرجات کو خوب سے خوب تر بنا سکیں۔ چنانچہ وہ اس دیباچے میں اعتراف کرتے ہیں کہ:

"I have to express my thanks for the assistance which Maulwi Muhammad

Hussain has given me in the preparation of this work. It owes to him any elegance which its Urdu style may possess."

پانچ سال بعد یعنی ۱۸۷۶ء میں ''سنین اسلام'' کا حصہ دوم شائع ہوا اور لائٹنر کے انگریزی اخبار ''انڈین پبلک اوپینین'' کے مطبع سے منظر عام پر آیا۔ اس کے سرورق پر ''بمدد مولوی کریم الدین'' درج ہے۔ اس میں طبع اول کے انگریزی دیباچے کا کچھ حصہ بھی شامل ہے، لیکن اس میں آزاد سے متعلق متذکرہ پیراگراف حذف کر دیا گیا۔ اسی کتاب کے حصہ اول کا دوسرا ایڈیشن انجمن پنجاب نے ۱۸۸۰ء میں شائع کیا، جس میں لائٹنر نے مختصر انگریزی نوٹ میں مولوی فیض الحسن سہارنپوری اور مولوی غلام مصطفی کے تعاون کا شکریہ ادا کیا ہے اور ساتھ ہی یہ اطلاع بھی دی ہے کہ حصہ دوم کا دوسرا ایڈیشن بھی تیاری کے مراحل میں ہے۔ ''اخبار انجمن پنجاب'' کے ایک شمارے (بابت ۱۱ مئی ۱۸۷۷ء) میں یہ اطلاع دی گئی ہے کہ ''سنین اسلام'' کا حصہ سوم بھی زیر تالیف ہے۔ مولوی محمد شفیع اپنے ایک مقالے ''مولانا آزاد کے بعض مسودے'' میں لکھتے ہیں کہ آزاد کے نجی کاغذات میں کچھ ایسے ناتمام اوراق محفوظ ہیں، جنھیں ''سنین اسلام'' کا مسودہ سمجھا جاتا ہے۔[۲۷] پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے آزاد کلیکشن میں بھی آزاد کا تحریر کردہ ایک ایسا مسودہ موجود ہے، جس میں بعض مغل حکمرانوں (مثلاً بابر، ہمایوں، اکبر) کے علاوہ دیگر تاریخی واقعات بھی قلمبند کئے گئے ہیں۔ ممکن ہے، زیر نظر مسودہ ''سنین اسلام'' کے دوسرے یا تیسرے حصے سے متعلق ہو، جو کسی وجہ سے اشاعت پذیر نہ ہو سکا۔[۲۸]

خانوادۂ آزاد کے لکھاریوں اور آزاد کے سوانح نگاروں نے ''سنین اسلام'' (حصہ اول) ہی کو لائٹنر اور آزاد کے مابین وجہ نزاع اور دیرینہ دوستانہ تعلقات میں شدید کھچاؤ کا باعث قرار دیا ہے۔[۲۹] ''مکاتیب آزاد'' میں تین سالوں میں (۱۸۶۹ء تا ۱۸۷۱ء) لائٹنر کو ارسال کردہ چند خطوط میں بقول مرتب ''ہمیں ایک انگریز اور اس کے مقابلے میں ایک غیرت دار و خود اعتماد انسان کا کردار نظر آتا ہے۔ ان خطوں میں نوک جھونک اور تنا تنی ہے، کشمکش ہے اور آزاد کی پریشانیوں کے دور رس نتائج کی نشاندہی ہے۔[۳۰]'' اس کے بعد آزاد نے ۱۸۷۶ء اور ۱۸۷۷ء میں لالہ دُنی چند کو جو خطوط لکھے، ان میں لائٹنر سے ملاقاتوں بلکہ شملہ ساتھ جانے کا ذکر کیا گیا ہے[۳۱]۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ آزاد اور لائٹنر میں بگاڑ پیدا ہوا اور مقامی اخبارات میں بعض ''بدخواہوں'' کے معاندانہ تبصروں نے بھی اس چنگاری کو ہوا دی۔ راقم کے خیال میں ان دونوں کے تعلقات میں تناؤ ضرور پیدا ہوا، لیکن اس کی نوعیت ایسی ہی تھی، جیسے شکستہ آئینے میں جڑ جانے کے بعد بھی ایک ہلکی سی لکیر باقی رہ جاتی ہے۔ اگر ان میں کوئی اختلاف تھا تو وہ دائمی نہیں تھا۔ مزید یہ کہ ''سنین اسلام'' (حصہ اول) ہی اس کا واحد سبب نہیں بلکہ کئی اور وجوہ بھی ممکن ہیں مثلاً:

۱۔　لائٹنر کے چوبیس سالہ قیام ہند کے دوران میں ایک وقت ایسا بھی آیا جب وہ بیک وقت تین اہم عہدوں یعنی پرنسپل گورنمنٹ کالج، پرنسپل اورینٹل کالج اور رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی کے عہدوں پر فائز تھا اور صوبے کے شعبۂ تعلیم میں اسے کُلّی اختیارات حاصل تھے۔ اس کی ذات میں ان بے پناہ اختیارات کے ارتکاز نے اس کا ذہنی توازن بگاڑ دیا۔ وہ کسی کی بات سننے کا روادار نہیں تھا۔ انتظامی امور میں اس کے آمرانہ رویے ظاہر ہونے لگے۔ اس کے ماتحت اداروں کے علاوہ محکمہ تعلیم اور حکومت پنجاب کے افسران کو بھی تشویش لاحق ہوئی، چنانچہ کرنل ہالرائڈ اور چارلز ایچیسن بھی کھل کر اس کی مخالفت پر اتر آئے[۳۲]۔ ہوا کا رخ دیکھ کر لائٹنر کے قریبی دوست بھی کنی کترانے لگے۔ یہ مخالفتیں اس قدر بڑھ گئیں کہ بالآخر لائٹنر کو مستعفی ہونے کے علاوہ اور کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ آزاد بھی اپنے اس پرانے مربی کی شہرت و اقتدار کے ڈھلتے ہوئے سورج کی کم روشنی کو بھانپ گئے اور اس سے ملنے ملانے سے گریز کرنے لگے۔

۲۔　دیگر ماتحت عملہ کی طرح آزاد بھی لائٹنر کے غصیلے اور متکبرانہ رویے سے نالاں تھے، چنانچہ وہ حفظِ ماتقدم کے طور پر صوبے کی بعض

مقتدر شخصیات سے تعلقات بڑھانے لگے۔ اس کی ایک مثال ''نیرنگ خیال'' کا سیکرٹری پنجاب سرلیپل گریفن (مؤلف راجگان پنجاب، رئیسان پنجاب) کے نام انتساب ہے، جس کے ابتدائیہ بعنوان ''مافی الضمیر'' میں وہ اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''اے ملک سخن کے بادشاہ! خاک کی کیا بساط ہے، مگر اونچے دامنوں میں لگ جاتی ہے تو وہ بھی اونچی ہو جاتی ہے۔ پھر وہ خاک نہیں، غبار دامن کہلاتا ہے۔ فقیر آزاد اپنی حقیر کتاب کو دامن اقبال سے وابستہ کرتا ہے۔ یہ اوراق پریشاں کچھ نہ تھے اور کچھ نہیں ہیں مگر نام نامی سے منسوب ہوئے، اب سب کچھ ہیں۔''

۱۸۵۷ء کے بعد بعض علمائے دین کے علاوہ ہمارے دانشمندوں اور مصنفوں نے نئے حکمرانوں یعنی انگریزوں کے متعلق ایسے ہی خوشامدانہ ''گل ہائے عقیدت'' پیش کئے ہیں۔ ممکن ہے، یہ اس دور کے حالات و واقعات کا تقاضا ہو، جس کے تحت انھیں مجبوراً ایسا رویہ اپنانا پڑا۔ اگر اس جواز کو درست بھی مان لیا جائے تو پھر بھی آزاد اپنا زورِ قلم دکھا گئے۔ ان کا جو اندازِ تخاطب، پہلے لائٹنر کے لیے مخصوص تھا، اب وہ دوسروں کے لیے اختیار کیا جانے لگا۔

۳۔　لائٹنر کی علم دوستی اور معارف پروری کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بیشتر مصنفین کو انھوں نے مختلف موضوعات پر لکھنے کی تحریک دی اور ان کی حوصلہ افزائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ کثیر تعداد میں ایسی کتابیں شائع ہوئیں جو ان کے نام معنون کی گئیں یا ان کے مصنفین نے لائٹنر کی اعانت اور تعاون کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔[۳۳] علاوہ ازیں وہ اپنے ماتحت اداروں میں کام کرنے والے اہل علم کی تصنیفی سرگرمیوں میں بھرپور تعاون کرتا تھا۔ آزاد اور مولوی فیض الحسن سہارنپوری دونوں اس کالج میں ملازم تھے، آزاد تو لائٹنر کی ایک کتاب میں شریک رہے، جبکہ مولوی موصوف نے متعدد کتب لائٹنر کی فرمائش پر مرتب کیں، لیکن وہ کبھی کوئی حرف شکایت اپنی زبان پر نہیں لائے۔ لائٹنر تو تھا ہی بدمزاج، لیکن ممکن ہے، تعلقات کے ''بگاڑ'' میں آزاد کے رویے کا بھی کچھ عمل دخل ہو، جن کے دورِ جنوں کا چند سال بعد باقاعدہ آغاز ہونے والا تھا۔

۴۔　بعض آزاد شناسوں کے خیال میں آزاد اور لائٹنر میں بگاڑ کا آغاز سرکاری اخبار ''ہمائے پنجاب'' میں محکمہ ڈاک کی بدعنوانی کے متعلق ایک مراسلہ شائع ہونے سے ہوا۔ آزاد اس اخبار کے مدیر تھے، اس لیے ان سے بازپرس کی گئی۔ وہ اپنا مؤقف بیان کرنے لاہور سے باہر جانا چاہتے تھے، لیکن لائٹنر (رجسٹرار یونیورسٹی و پرنسپل کالج) سے اجازت نہ ملنے پر انھیں جذباتی طور پر دھچکا سا محسوس ہوا۔

۵۔　مشہور مثل ہے کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ آزاد اور لائٹنر میں جو بھی اختلاف تھا، اس کا ذمہ دار لائٹنر ہی کو ٹھہرایا گیا، جبکہ عین ممکن ہے کہ صورت حال اس کے برعکس ہو۔ لائٹنر نے اپنے ایک انگریزی نوٹ میں آزاد کی ''سازشی فطرت'' (Talent for Intrigue) کا ذکر کیا ہے، جس کا وہ ہر جگہ مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔ شاید آزاد کی یہی ''خوبی'' ان کے تعلقات میں کشیدگی کا سبب بنی ہو۔

۶۔　آزاد نے اپنی مختلف النوع علمی، ادبی، تعلیمی اور سب سے بڑھ کر سیاسی خدمات کے پیش نظر حکومت پنجاب کو قطعہ اراضی کے لیے درخواست دی اور جب وہ حالت مجذوبیت میں چلے گئے، تو ان کے بیٹے محمد ابراہیم اس درخواست کی پیروی کرتے رہے۔ شاید ان کی یہ درخواست قبول ہو جاتی، لیکن اس دوران میں حکومت ہند نے ایسے قوانین بنا دیئے جن کے تحت انھیں کوئی سرکاری اراضی نہیں دی جا سکتی تھی۔ ممکن ہے، اس درخواست کی نامنظوری کو بھی لائٹنر کی مخالفت سمجھا گیا ہو، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔[۳۴]

۷۔　آزاد دہلی سے لاہور آئے اور لائٹنر یورپ سے، لیکن ان دونوں کے تعلق کو علمی سطح پر مشرق و مغرب کے اتصال سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ انجمن پنجاب کے صدر اور سیکرٹری کی حیثیت سے دونوں کی رفاقت نے لاہور کو نئے علم و ادب کا مرکز بنانے میں اہم کردار ادا کیا اور پنجاب

کے کونے کونے میں تعلیم کی روشنی پھیلانے میں ان کی مشترکہ مساعی کا خاصا عمل دخل ہے۔ اردو کی ترویج اور اس کو ذریعہ تعلیم بنانے میں ان دونوں کی تگ ودو لائق تحسین ہے۔ لائٹنر علوم شرقیہ کے بہی خواہوں میں تھا اور وہ زمانہ حال کے تقاضوں کے مطابق ان کی ترویج وترقی کا خواہاں تھا۔ اس کی تمام کوششوں میں آزاد نے بھرپور ساتھ دیا، لیکن ایسا وقت بھی آیا کہ دونوں میں اختلاف ہو گیا اور وہ ایک دوسرے سے کھچے کھچے رہنے لگے۔ آزاد ۱۸۸۵ء کو ایران چلے گئے اور اگلے سال کے وسط میں واپس آئے۔ ۱۸۸۷ء میں لائٹنر مستعفی ہو کر انگلستان واپس چلا گیا اور یوں انھیں ملاقات اور اپنے مخالفین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ انھی حالات کے پیش نظر جیفری مارک ڈائمنڈ یوں تبصرہ کرتا ہے:

"However, the relationship between Azad and Leitner became strained over several issues, especialy criticisms of *Sinin-e Islam*. Azad sought to salvage their relationship that had benefited both men, writing a defense of *Sinin-e Islam* in a statement to Leitner. Azad was certainly distraught by their disputes,and it affected him in his later years. Yet, this does not undermine their initial work together that shaped much of the agenda for the Anjuman and the movement for higher education in Urdu."

۸۔　مولوی محمد خلیل الرحمٰن (م۔۱۹۳۹ء) یکم فروری ۱۸۸۹ء سے آزاد کی وفات (۱۹۱۰ء) تک ان سے ملتے رہے۔ وہ آزاد کے بیٹے آغا محمد ابراہیم ابرو کے ساتھ ایک ہی دفتر میں کام کرتے تھے اور آزاد کے سبھی افراد خانہ کے ساتھ ان کے گہرے مراسم تھے۔ وہ اپنے ایک مکتوب بنام ڈاکٹر محمد صادق (بابت ۱۷ دسمبر ۱۹۳۷ء) میں آزاد اور لائٹنر کے اختلاف کی ایک وجہ بتاتے ہیں:

> ''آزاد کو کالج کی خدمت لائٹنر نے دلوائی تھی۔ کشیدگی کی وجہ جہاں تک مجھے علم ہے، صرف یہ تھی کہ لائٹنر ایک فاضل ادب عربی تھا اور آزاد اس کوچے کے پورے آشنا نہیں تھے۔ بدمزگی بڑھ گئی بلکہ اس نے طول کھینچا۔ آزاد نے دوسرا راستہ اختیار کیا تو بچے۔ ''سنین اسلام'' کا زیادہ تر مواد لائٹنر نے دیا اور اسی کو آزاد نے مرتب کیا۔ اس کے متعلق کئی مرتبہ آزاد نے تذکرہ کیا۔ ''سنین اسلام'' کا پہلا حصہ غالباً ۱۸۷۴ء یا ۱۸۷۵ء [۱۸۷۱ء] میں چھپا۔ دوسرا حصہ آزاد کا دیا ہوا میرے کتب خانے میں ہے اور ۱۸۷۶ء کا چھپا ہوا ہے۔''[۳۶]

۹۔　آغا محمد باقر مرحوم (نبیرۂ آزاد) کے پاس ایک ایسی دستاویز (بزبان انگریزی) محفوظ تھی (بابت ۳۱ مارچ ۱۸۷۱ء) جس میں آزاد کو تیسری بار یاددہانی کرائی گئی ہے کہ انھوں نے ''سنین اسلام'' (مطبوعہ) کا مسودہ تو لوٹا دیا ہے، لیکن اسی کتاب کا جو حصہ ہسپانیہ، مصر اور مراکش میں عرب سلاطین، نیز ہندوستان اور ایران میں مسلمانوں کی تاریخ سے متعلق تھا، وہ واپس نہیں کیا۔ ممکن ہے، آزاد کا یہی 'عدم تعاون' یا بار بار کی یاددہانیوں کو درخور اعتنا نہ سمجھنا ہی اختلاف کا سبب ہو۔

اس دستاویز کی عبارت یہ ہے:

"Dr. Leitner will be obliged by Moulvi Muhammad Husain sending him all the papers belonging to *Sanin-ul-Islam* without any further delay. The Moulvi has only

returned things that have already been printed and rough dictations of matters yet unpublished. Leitner wishes the written out history of the Arabs in Spain, Egypt and Morrocco to be returned, with regard to the history of Muhammadans in India and Persia, the Moulvi can do as he pleases but Dr. Leitner will insist on everything else being returned." (بحوالہ ڈاکٹر اسلم فرخی، مندرجہ بالا، ص۲۲۵-۲۲۶)

۱۰۔ آزاد کی ایک درخواست پر لائٹنر نے ایک طویل نوٹ لکھا (بابت ۲۰ اپریل ۱۸۷۷ء)۔ اس میں آزاد کے کردار کے بعض نئے پہلو سامنے آتے ہیں اور انھی کے باعث ان دونوں کے اختلافات میں اضافہ ہوا۔ یہ طویل نوٹ درج ذیل ہے:

"So far as the increase in the number of students is concerned it has certainly risen to 88 but the work done has no means been 'doubled', as the Moulvi gives only half an hour to each class making a total of four hours tuition, whereas formerly he occasionally taught five hours.

With every deference to the Moulvi's abilities he cannot compare himself as he has done either with a scholar of the reputation of Moulvi Zakaullah or with the Assistant Professor of this College, a Master of Arts, Bachelor of Laws and Pleader of the High Court, Calcutta. Indeed the Moulvi is as inaccurate as he is occasionally brilliant and no one who has any regard to fidelity of (????) with the Principal's experience of Moulvi Muhammad Husain, entrust any literary work to that gentleman. The opinion on this point of Messers Alexander and Parson may be ascertained with advantage.

The Moulvi Muhammad Husain has access to several papers cannot be doubted but that no one has equalled him in the fidelity of literary labour' may well be questioned.

The Moulvi first held a small post in the office of the D.P.I. which he lost owing to the commission of an *irregularity*. His subsequent mission to Central Asia has not given results which can in any way be compared to those of his colleagues Faiz Baksh, not to speak of his eminent chief Pandit Manphul. In this College his work as Assistant Professor has been generally well done, but here as elsewhere his *talent for intrigue* has interfered with his usefulness. So far from 'being degraded in

the opinion of his countrymen by not receiving the rise of his fellow officials' by which probably the well-merited promotion of Moulvi Ziauddin referred to, his present position is considered as far as he Principal's knowledge extends to be above his [????] by the natives of Lahore and Delhi among whom his character and antecedents seem to be well known. This however is not the opinion of the Principal to whom indeed the Moulvi owes his position. The Principal does not attach much weight to his promise to establish a model farm but if the grant will disconnect him from the Lahore Govt. College he would be glad to be relieved of a subordinate who has shown himself so unworthy of trust in spite of unremitting kindness as Moulvi Muhammad Husain. His loss would be easily and well supplied either by an exchange wih a scholar of the sobriety of thought and style of Moulvi Karimuddin or by the Oriental College in which there is ample provision of Arabic and Persian and which already teaches Natural Science, Engineering and Law to students of the Govt. College. The saving affected would be a tangible one even if Rs. 50/= of his salary were to be donated to increasing the pay of the Sanskrit Asstt. Professor who only receives Rs. 60/= and to giving an honorarium (though none is necessary) for the extra work imposed on the Head Moulvi and Head Munshi of the Oriental College.

P.S. The Moulvi does not remember where and in what capacities his service was passed previous to being appointed to the College on the 14th of May, 1870 or less than seven years ago, but the Principal believes that he was unemployed for a considerable time before his appointment to the Govt. College.

A/-G. W. Leitner

20th April, 1877."

(بحوالہ محمد حسین آزاد از ڈاکٹر اسلم فرخی۔ درج بالا۔ ص ۳۰۱۔ ۳۰۳)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

اب آخر میں سید جالب دہلوی کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

’’خدا بھلا کرے ڈاکٹر لائٹنر، کرنیل ہالرائڈ وغیرہ نیک نہاد و شریف نواز افسران سررشتہ تعلیم پنجاب کا جنہوں

نے ''قصص ہند'' حصہ دوم، ''نیرنگ خیال''، ''جامع القواعد'' اور ''مثنویات'' بھی مولانا آزاد سے لکھوا کر چھپوالیں اور ''آبِ حیات'' کی تالیف واشاعت میں بالوسیلہ سہارا دیا اور ''دربارِ اکبری'' کی تیاری کا سامان پیدا کیا، ورنہ اگر مولانا کی دوسری تصانیف کی طرح کہیں ان کتب کا نکلنا بھی اہلِ ملک کی اعانت پر منحصر ہوتا تو شاید دہلی و لاہور کے باہر آزاد کا نام بھی نہ جانتا اور دوسری کثیر التعداد مثالوں کی طرح ان کا سرکاری خطاب شمس العلماء بھی محض وقعت رکھتا اور ان کے مسودات جھینگروں اور دیمک کی خوراک بننے کے سوا کسی کام نہ آتے۔''[۳۷]

حواشی

۱۔ ان دونوں گروہوں کے سرکردہ افراد اور ان کے دلائل وغیرہ کے لیے رک:

زاستوپل، لین (Zastoupil, Lynn) اور مور، مارٹن (Muir, Martin)، مرتبہ *The Great Indian Education Debate: Documents relating to the Orientalist-Anglicist Controversy 1781-1843.*، رچمنڈ، ۱۹۹۹ء۔

۲۔ برٹش لائبریری (لندن) کے شعبہ ''اورینٹل اینڈ انڈیا آفس'' میں دستاویز نمبر ۶۹۶۵۲-۲۵۶۹۶ (۱۸۲۶ء۔۱۸۲۷ء)

۳۔ تفصیل کے لیے رک: راقم کا مقالہ:

"Dr. Aloys Sprenger and the Delhi College"، مشمولہ: *The Delhi College. Traditional Elites, the Cultural State, and Education before 1857.* مرتبہ: مارگرٹ پرناؤ، نئی دہلی ۲۰۰۶ء، ص ۱۰۸

۴۔ ایضاً، ص ۱۰۵-۱۲۴

۵۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار: جامعہ پنجاب کا مؤسس- ڈاکٹر لائٹنر (مجلّہ تحقیق، ۱۹۸۲ء، ص ۱-۹) رک: راقم کا مقالہ در: راوی (گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور)۔ خصوصی شمارہ (دسمبر ۱۹۸۹ء)، ص ۱۴۵-۱۶۰ اور *Writings of Dr. Leitner*. M. مرتبہ: محمد اکرام چغتائی، لاہور، ۲۰۰۲ء

۶۔ محمد حسین آزاد (نئے دریافت شدہ مآخذ کی روشنی میں)۔ ترتیب وتدوین محمد اکرام چغتائی۔ لاہور ۲۰۰۴ء۔

۶الف۔ تقریباً پانچ ماہ آزاد، لائٹنر کو اردو پڑھاتے رہے۔ اس سلسلے میں لائٹنر نے آزاد کو جو سرٹیفکیٹ دیا، اس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے:
''۲۸ فروری ۱۸۶۵ء۔ مولوی محمد حسین گذشتہ پانچ مہینے سے میرے اردو منشی ہیں۔ میں ان کے کردار اور علم کا حد سے زیادہ معترف ہوں۔ وہ ہر اس تحریک کو اپنے وقت اور وسیع معلومات سے امداد دینے پر مستعد رہتے ہیں جس کا مقصد قوم کی اصلاح ہو۔ انجمن اشاعت علوم مفیدہ میں میری صدارت میں انھوں نے جو مقالہ پڑھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں اپنے موضوع پر کتنی قدرت حاصل ہے اور ان کی تنقیدی صلاحیت کسی یورپین عالم سے کسی طرح کم نہیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ مولوی انتہائی علمی انسان ہیں۔

مختلف موضوعات پر مختلف لوگوں کی فراہم کی ہوئی معلومات میں ہمیشہ میں نے ان کی اطلاعوں کو سب سے زیادہ قابل اعتماد پایا ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ گورنمنٹ کی توجہ اب تک ایسے پُر جوش اور ذہین آدمی کی طرف کیوں منعطف نہیں ہوئی۔''

(مملوکہ آغا محمد باقر مرحوم، بحوالہ محمد حسین آزاد از ڈاکٹر اسلم فرخی، جلد اول۔ کراچی ۱۹۶۵ء، ص ۱۴۸)

۷۔ اخبار عام (لاہور)۔ بابت ۶ مارچ ۱۸۸۶ء۔

۸۔ رک: اس سوسائٹی پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ از مونیکا سی۔ گروبل (Monica C. Grobel) ،(۱۹۳۲ء) اور مرتب جینی پرسیول (JanetPercival)، *The Society for the Diffusion of Useful Knowledge, 1826-48.*، لندن ۱۹۷۸ء

۹۔ مثلاً صفیہ بانو: انجمن پنجاب، تاریخ و خدمات۔ کراچی ۱۹۷۸ء۔ بالخصوص آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد کا مقالہ ''مرحوم انجمن پنجاب'' اورینٹل کالج میگزین (۱۹۴۱ء) میں طبع ہوا۔ نیز ''اخبار انجمن'' کے مدیر اور مترجم چیف کورٹ منشی محمد لطیف کی یہ کتاب:

A brief account of the History and Operations of the Anjuman-i-Punjab from the Foundation to the end of the year 1877.، شہر اور سنِ اشاعت ندارد۔

بابائے اردو مولوی عبدالحق کے ایک مکتوب (بابت ۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انجمن پنجاب کی رپورٹوں، اخباروں اور رسالوں کی کھوج میں تھے۔ وہ اس انجمن پر کچھ لکھنے کا ارادہ رکھتے ہوں گے، لیکن کسی وجہ سے وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کے خط (بنام ڈاکٹر عبداللہ چغتائی) کا متعلقہ حصہ ملاحظہ کیجیے:

۱۔ آپ نے انجمن پنجاب کی رپورٹ ۱۸۶۹ء تا ۱۸۷۳ء کی نقل بھیجی ہے۔ مجھے ابتدائی سنین کی رپورٹ درکار ہے۔ یعنی ۱۸۷۲ء کی۔ ضرور تلاش کر کے بھیجیے۔

۲۔ اس انجمن کے اصل بانی کون تھے؟ ڈاکٹر لائٹنر نے اورینٹل کالج یا یونیورسٹی کے قیام میں کیا کیا مساعی کیں؟ اور یہ خیال اول اول کس نے پیدا کیا؟

۳۔ جو رسالے یا اخبار اس انجمن یا اورینٹل کالج کی طرف سے شائع ہوتے تھے، ان کی کیا حالت تھی؟ اگر ان کا فائل چند روز کے لیے مستعار مل جائے تو بہت اچھا ہو۔

۴۔ اردو زبان کے مشاعرے جو اس زمانے میں ہوئے (جس میں آزاد، حالی بھی شریک تھے) یہ کس کی تحریک سے ہوئے تھے؟ ان کا تعلق انجمن پنجاب یا اورینٹل کالج سے تھا یا نہیں؟''

(خطوط عبدالحق بنام ڈاکٹر عبداللہ چغتائی مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی۔ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۵۷-۵۸)

۱۰۔ مکمل حوالے درج ذیل ہیں:

۱۔ پیرل، پرائس (Perrill, Price)، *Punjab Orientalism. The Anjuman-i-Punjab and Punjab University, 1865-1888*، (۱۹۷۶ء)

۲۔ ڈائمنڈ، جیفرے مارک (Jeffery Mark Diamond)، *Developing Indigenous and European Knowledge: The Vernacular Education Movement and Neo-Orientalism in the*

Punjab, 1849-1870، (۲۰۰۲ء)

۱۱۔ ''وہ پنڈت من پھول اور لائٹنر کے ہمراہ ایران اور ترکستان گئے تھے۔''

۱۲۔ رک: رپورٹ مجموعی انتظام مما لک پنجاب وغیرہ بابت سال ۱۸۶۶ء۔۱۸۶۷ء۔ لاہور ۱۸۶۸ء، ص ۱۰۷۔

۱۳۔ زمانہ (کانپور) ۱۹۰۶ء و ۱۹۰۷ء۔

پنڈت من پھول میرٹھ کے قریب واقع گاؤں کے رہنے والے ایک غریب گوڑ برہمن کا بیٹا تھا۔ اس کا والد تلاش روزگار میں دہلی آیا۔ من پھول کا گھر کشمیری دروازہ میں تھا اور وہ دریبہ میں رہتا تھا۔ اس کے چھ بیٹے تھے۔ بڑا بیربل، لاہور میں فوت ہوا۔ دوسرا چندبل، پنجاب میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھا۔ تیسرا سورج مل بی اے، بارایٹ لا، ایل ایل ڈی جموں کا گورنر تھا۔ وہ سات سال یورپ میں رہا۔ چوتھا ہمیش بل، جموں میں مرا۔ پانچواں نارائن مل، لاہور ہی میں رہا۔ پرانی جائدادوں کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتا تھا۔ چھٹا گنیش بل، جے پور میں مقیم رہا۔

پنڈت من پھول نے ''قانون دیوانی'' کے زیرِ عنوان ایک رسالے کا ترجمہ کیا تھا، جو مطبع کوہ نور (لاہور) سے باہتمام منشی ہرسکھ رائے ۱۸۵۰ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کا ذیلی عنوان یہ ہے: ''مصدورہ نواب گورنر جنرل مما لک ہند برائے انتظام ماموراتِ دیوانی ملک پنجاب اور اضلاع سس ستلج۔ حسب الحکم صاحبان عالیشان بورڈ آف ایڈمنسٹریشن فار دی افریس آف دی پنجاب'' (صفحات ۵۲)

۱۴۔ محمد حسین آزاد (نئے دریافت شدہ مآخذ کی روشنی میں)۔ متذکرہ بالا ص ۱۰۹۔

۱۵۔ ایضاً ص ۱۱۰

۱۶۔ ایضاً ص ۱۱۳

۱۷۔ ایضاً ص ۱۱۰

۱۸۔ انیسویں صدی میں وسط ایشیا کی سیاحت۔ کراچی ۱۹۵۹ء۔

آزاد ایک لیکچر میں بتاتے ہیں: ''بعضے حاضرین باتمکین کو یاد ہوگا کہ دو برس پہلے میں نے بموجب فرمائش طلبائے جماعت اول کے یہاں شعرائے ہند کی سوانح عمری اور شاعری اردو کی تحقیق و ترقی پر لیکچر دینا شروع کیا تھا۔ مدرسہ کے طلباء اور شہر کے شائقین کو بھی یہ سن کر شوق ہوا۔ صرف دو ہی ہفتہ میں اوس کا شہرہ اس قدر رہا کہ اخبارات انگریزی میں اوس کا چرچا ہو گیا اور بعضے بعضے صاحبان یوروپین نے اوس میں آنے کی خواہش کی مگر مجھے اتفاقاً سفر پیش آیا۔ وہ سلسلہ برہم ہو گیا۔'' (اخبار انجمن پنجاب۔ ۲۰ جولائی ۱۸۶۷ء)

۱۹۔ دیکھئے: ایک کتاب، ایک جائزہ از نصرہ بشیر۔ (ماہ نو (کراچی)، خاص نمبر ۱۹۶۱ء، ص ۳۱-۳۶)

۲۰۔ لائٹنر کی انگریزی کتاب ''دردستان کی زبانیں اور نسلیں'' پر تبصرہ ارنسٹ ٹرمپ (Ernst Trumpp) در: ''کلکتہ ریویو'' (۱۸۷۲ء)، ص ۲۲۳-۲۵۰۔

ٹرمپ نے بھی ایک مقالہ بعنوان ''ہندوستانی قفقاز میں نام نہاد کافروں کی زبان کے بارے میں لکھا تھا۔'' در: جرنل آف دی رائل آیشیاٹک سوسائٹی (لندن) ۱۸۶۱ء۔

۲۱۔ رک: آزاد اور خانوادۂ آزاد۔ مرتبہ محمد اکرام چغتائی۔ لاہور ۲۰۱۰ء (زیر طبع)۔

۲۲۔ رک: مقالات آزاد۔ مرتبہ آغا محمد باقر۔ جلد اول، لاہور، ص۳۹۰-۳۹۶ و جلد دوم (۱۹۷۸ء)، ص۳۴۲-۳۵۱۔

۲۳۔ ''فرائض سکرٹریان: سکرٹریان سوسائٹی عملہ انجمن کی نگرانی کریں گے اور تقرری و موقوفی و تنزل اہل عملہ اس طور سے کریں گے جس سے ان کی دانست میں انسب کارروائی انجمن معلوم ہو۔

جملہ کاغذات سوسائٹی کی طرف سے اون کے دستخط سے جاری ہوں گے۔ کوئی خرچ خواہ کسی قسم کا ہو، بدون اون کی تحریری اجازت کے نہ کیا جاوے گا۔ نہ کوئی رسید بدون اون کے دستخط کے جائز سمجھی جاوے گی۔ نہ کوئی طلبی زر یا تقاضائے زر یافتنی انجمن بدون اون کے دستخط کے جاری ہو سکے گا اور کل خط و کتابت اور سوسائٹی کی اطلاعیں اون کے دستخط سے جاری ہوں گی۔

کارروائی انجمن کی عام نگرانی اور انضباط ذمہ سکرٹریاں ہوگا اور وہ دیکھیں گے کہ ہر ایک کام کا اجرائے وقت مناسب پر خوش اسلوبی سے ہوا۔'' (اخبار انجمن پنجاب، ۲۰ دسمبر ۱۸۷۸ء)

۲۴۔ رک: مقالات آزاد (جلد اول) متذکرہ بالا۔

۲۵۔ محمد حسین آزاد اور تنقید و تحقیق کا دبستان لاہور۔ مرتبہ محمد اکرام چغتائی۔ لاہور ۲۰۱۰ء (زیر طبع)

۲۶۔ ''سنین اسلام''۔ (حصہ اول)۔ لاہور، ۱۸۷۱ء۔ نیز رک: مقالات گارساں دتاسی۔ حصہ اول۔ دہلی ۱۹۴۳ء۔ ص۹۷۔ لیکچر بابت ۱۸۷۱ء۔

۲۷۔ رک: ادبی دنیا۔ خاص نمبر ۱۱۔ دور پنجم، شمارہ یازدہم۔ ص۱۵۴۔

۲۸۔ فہرست مطبوعات آزاد۔ مرتبہ محمد اکرام چغتائی۔ لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء، نیز رک: خزائن مخطوطات از سید عبداللہ در: اورینٹل کالج میگزین، نومبر ۱۹۲۶ء، ص۶۶

۲۹۔ رک: حکایات آزاد، مرتبہ آغا محمد باقر۔ حصہ دوم۔ لاہور ۱۹۶۱ء، ص۶

۳۰۔ مرتبہ مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی۔ لاہور ۱۹۶۶ء۔ دیباچہ

۳۱۔ رک: مکاتیب آزاد۔ متذکرہ بالا۔ ص ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۲۰، ۱۲۲، ۱۲۵، ۱۲۹، ۱۴۰، ۱۴۳، ۱۴۵

۳۲۔ دیکھئے مسعود اختر زاہد کا مقالہ

"Orientalism's Last Battle in the 19th Century Punjab"in: *History, Politics and Society: The Punjab.* مرتبہ: مسرت عابد اور کلب عابد، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص۲۱۲-۲۱۳

۳۳۔ ایسی کتب میں چند کے حوالے درج ذیل ہیں:

الف) عمدۃ التواریخ (لالہ سوہن لال)۔ لاہور: مطبع حسنی، ۱۸۸۰ء

''در ظل حمایت جناب وحید الدہر علامۃ العصر ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر ......''

ب) کتاب روضۃ الادباء (محمد الدین لاہوری)۔ لاہور: مطبع انجمن پنجاب۔ ۱۸۷۸ء۔

ج) رسالہ سلک جواہر (قاضی ظفر الدین)۔ لاہور: نیو امپیریل پریس۔ ۱۳۰۲ھ

د) رسالہ در فن شالبافی (مختار شاہ)۔ لاہور: مطبع کوہ نور۔ ۱۸۸۷ء

''بپاس خاطر فاضل جلیل عالم متبحر ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر''

ھ) دیوان حسّان بن ثابت (بہ تصحیح و تحشیہ مولوی فیض الحسن سہارنپوری)۔ لاہور: مطبع انجمن پنجاب، ۱۸۷۸ء
و) ہدایت العملۃ (مولوی عبدالحکیم مدرس اول فارسی اورینٹل کالج، لاہور۔ لاہور: مطبع انجمن پنجاب، ۱۸۸۰ء
ز) رسالہ منطق استقرائی (مولوی محمد حسین۔ میکلوڈ فیلو پنجاب یونیورسٹی کالج، اسسٹنٹ پروفیسر ریاضی و فلسفہ اورینٹل کالج لاہور، اڈیٹر ''اخبار انجمن پنجاب'')۔ لاہور ۱۸۸۴ء۔
ح) علم النفس والتقویٰ (مولوی انعام علی)۔ لاہور: مطبع انجمن پنجاب۔ ۱۸۸۵ء۔

۳۴۔ آزاد کے پنشن ریکارڈ کی ایک دستاویز (بابت ۲۰ جون ۱۸۹۲ء) کا متعلقہ اقتباس:

"As regards the latter part, we can do nothing in the matter. The Government has who had applied for land, as under the ......removed the name of M. Mohd. Husain rules recently sanctioned by. [He is] not eligible for grant of land. The Maulavi has retired now and if his son wishes to move in the matter he should do so direct first this as."

تین روز بعد کے مکتوب بنام محمد ابراہیم کا ایک اقتباس:

"As regards the grant of land, I regret I can do nothing in the matter of Govt. recently removed the names of Maulavi Muhammad Husain Azad, several others from the list of applicants for land on the ground that they could not obtain land on favourable terms under the Rules recently sanctioned by the Govt. of India. But if you desire to move in the matter, you can address the Govt. direct, or through the prescribed channel, as your father no longer belongs to this Deptt."

۳۵۔ رک: ان کے مقالہ برائے ڈاکٹریٹ (۲۰۰۲ء) کا متذکرہ صدر حوالہ۔

۳۶۔ رک: محمد حسین آزاد (تلامذہ اور معاصرین کی نظر میں) مرتبہ محمد اکرام چغتائی۔ لاہور، ۲۰۱۰ء (زیر طبع)

۳۷۔ مکتوبات آزاد۔ لاہور ۱۹۰۷ء دیباچہ۔

Abstract

Gottlieb Wilhelm Leitner (1840-1899) was a renowned Orientalist of nineteenth century who took keen interest in the dissemination of modern "useful knowledge" in the region of Punjab. He was the

founder and first president of Anjuman-e-Punjab and worked diligently to spread and promote the scientific and technological disciplines in the sub-continent. Muhammad Hussain Azad met him in Lahore probably in 1865 and collaborated with him in various political, educational and literary assignments. Their relationship strained after a few years of close association over more than one issues; none of which could be considered the sole authentic cause of the tension between the two.